عصر حاضر میں تحریر کی اہمیت

از افادات رانا محمد شفیق خان پسروری

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ممتاز رہنما جناب رانا شفیق خان پسروری صاحب کالم نگار روزنامہ پاکستان گذشتہ دنوں جامعہ سلفیہ تشریف لائے اس موقع پر انہوں نے شہادۃ العالمیہ کے سال اول اور دوم میں زیر تعلیم طلباء سے ''عصر حاضر میں تحریر کی اہمیت'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ جس کو شہادۃ العالمیہ (سال دوم) کے طالب علم معاویہ منیر نے قلم بند کیا اور اسے افادہ عامہ کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

علم کی کوئی سرحد نہیں ہے جو محنت و مشقت سے حاصل کرتا ہے۔ یہ اس کی ملکیت ہے اور نہ ہی علم کو محدود کیا جا سکتا ہے بنگالی شاعر نے بڑی عمدہ بات کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عرش تک پہنچو اور جب بال و پر آ جائے تو پھر اس سے بھی آگے مزید پرواز کرو علم اس لیے حاصل کیا جاتا ہے کہ معاشرے کی اصلاح کی جائے۔ اپنی اور قوم کی بہتری کے لیے اسے ذریعہ بنایا جائے۔

ابلاغ کی دو ہی صورتیں ہیں۔ تقریر و تحریر لسانی قوت سے لوگوں کے دل فتح کیے جاتے ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ قوت تحریر میں بھی موجود ہے، اس کے ساتھ یہ تحریر لکھنے والے کو لافانی بنا دیتی ہے جس طرح عربی شاعر کہتا ہے، ''یلوح الخط فی القرطاس دھراً وکاتبہ رمیم فی التراب'' آپ محدثین کے وارث ہیں اور محدثین کی ایک لمبی فہرست موجود ہے لیکن ان میں سے جن کی کتابیں ہیں وہ آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ لوگوں میں موجود ہیں۔ (ن والقلم) اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم اٹھا کر اس کی حقیقت کو واضح کر دیا۔ اور قلم کی قوت ایک حقیقت ہے، بڑے بڑے خطیب موجود ہیں لیکن

تحریر کی اہمیت کے پیش نظر انہوں نے بھی اپنے خطبوں کو تحریری شکل دے دی ۔ دیوبندی مدارس میں تحریر پر کافی کام ہو رہا ہے ، اکابر کی تقریروں اور درسوں کو کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے 57 کے قریب ایسی کتابیں میرے علم میں ہیں ۔ جو انہوں نے اپنے اساتذہ کرام سے سنیں اور اسے مرتب کر دیا ۔ زمانہ طالب علمی میں یہ دروس اخذ کیے گئے ، اور پھر انہیں باقاعدہ کتابی شکل دے دی گئی ۔ یہ کام برصغیر میں بہت ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ حدیث کی خدمت میں علماء حدیث نے ایسا کارنامہ سرانجام دیا کہ مصر کے ممتاز عالم دین ''الشیخ احمد محمد شاکرؒ '' نے کہا تھا اگر علماء ہند کا حدیث پر تحریری کام نہ ہوتا تو یہ علم زوال پذیر ہو چکا ہوتا ۔

ہمیں اپنے اسلاف کے ورثے کو سنبھالنا ہے غلطیوں کی اصلاح کرنی ہے اور اپنے مستقبل کو سنوارنا ہے ۔ کیونکہ آپ نوجوان ہمارا کل ہیں ہمارے اسلاف مولانا ابو الکلام آزاد ہوئے ہیں وہ فرماتے ہیں میں ہر وقت کچھ نہ کچھ کشید کرنے کی کوشش کرتا ہوں وہ کثیر المطالعہ تھے اسی طرح علامہ ابن رشد اندلسی کے بارے میں معروف ہے انہوں نے لکھا ہے کہ جب سے شعور آیا ہے صرف دو راتیں مطالعہ نہ کر سکا ایک جس دن والد ماجد کا انتقال ہوا اور دوسری رات جب میری شادی ہوئی ہمیں اسلاف کے نقش قدم پر چلنا چاہیے اسے نقالی نہیں کہتے اگر کوئی نقالی کہے بھی تو حرج نہیں ہمیں اتنی محنت کرنی چاہیے کہ لوگ ہماری نقالی کریں ۔

برصغیر میں اردو صحافت کا آغاز علماء نے کیا تھا اور ان کا کام سب سے زیادہ نمایاں ہے کون نہیں جانتا مولانا ظفر علی خان ' مولانا شوکت علی خان ' مولانا عبد المجید سالک ' مولانا غلام رسول مہر ' ڈپٹی نذیر احمد ' مولانا محمد حسین بٹالوی ' مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہم اللہ تعالیٰ ان حضرات نے اردو تحریر میں اشعار ڈال کر ایک نئی طرح ڈالی ۔ لکھنا کوئی مشکل کام نہیں مثلاً اگر آپ سے کوئی لاہور کا راستہ دریافت کرے زبانی بتانے کی بجائے لکھ کر دے دیں یہ ایک تحریر ہے جو وجود میں آجاتی ہے ۔

لکھنے کے لیے اپنا ذہن بنائیں اور جو لکھنا ہے اس کے اہم نکات کاغذ پر نوٹ کر

لیں تا کہ یاد رہے کہ آپ کیا لکھنے جا رہے ہیں۔ میں مولانا محمد صدیق صاحب مرحوم کے ہاں سرگودھا میں زیر تعلیم تھا وہ طلباء کی بڑی حوصلہ افزائی کرتے اور تقریر و تحریر کے لیے رہنمائی دیتے۔ تقریر سے پہلے 21 مرتبہ ''رب اشرح لی صدری ویسر لی امری ...... الایۃ'' پڑھنے سے گفتگو بہت اچھی ہو جاتی ہے اور یہ آزمودہ نسخہ ہے۔ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں کانفرنس کے موقع پر ''برصغیر میں علماء کی خدمات'' کے موضوع پر تقریری مقابلہ ہوا جس میں اول انعام حاصل کیا۔

جامعہ سلفیہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کا قابل فخر تعلیمی ادارہ ہے اور جامعہ کا یہ اقدام سنہری حروف میں لکھا جائے گا کہ وہ طلباء کو فن تحریر کے لیے تیار کر رہے ہیں۔ تمام طلباء پر عزم ہو کر اس میدان میں قدم رکھیں۔ ابتدائی طور پر مشکل نظر آئے گی لیکن بہت جلد آپ کا قلم رواں دواں ہو جائے گا۔ تحریر میں اتنی قوت کہ آپ اس کے ذریعے عوام کی ذہن سازی اور اصلاح کر سکتے ہیں عربی پڑھنے والے طلباء کے لیے اردو مشکل نہیں آپ با آسانی مترادفات سیکھ سکتے ہیں اس لیے کہ اردو میں 60 فیصد عربی الفاظ ہیں۔

میں نے 1985ء میں قومی صحافت میں قدم رکھا پوری توجہ اور محنت کی اب وفاقی تنظیم کا ایگزیکٹو ممبر ہوں اور باقاعدہ ووٹنگ کے ذریعے میرا انتخاب ہوا ہے۔ بدقسمتی سے اکثر صحافی دین بے زار ہیں اس کی وجہ یہ کہ انہیں ایسا ماحول ملتا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مذہبی لوگ تنگ نظر ہوتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ہم کھلے دل و دماغ کے لوگ ہیں لہذا اپنے آپ کو سیکولر اور لبرل ثابت کرتے ہیں۔ صحافت میں کوئی بندہ غیر جانب دار نہیں ہوتا بہت کم یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ حقیقت پسندی سے کام لے اور واقعی سچی بات کرے۔ طلباء کو چاہیے کہ وہ کتاب سے دوستی پیدا کریں اور لائبریریوں میں وقت گزاریں اور ادبی کتابوں کا مطالعہ کریں

☆......☆......☆......☆